29

کامل جماعت وہی ہو سکتی ہے جو ہر قسم کی قابلیتیں ظاہر کرے

(فرمودہ ۲۵- ستمبر ۱۹۳۱ء)

تشہد، تعوذ اور سورۃ فاتحہ کی تلاوت کے بعد فرمایا:-

قرآن کریم کی ابتداء میں اللہ تعالیٰ نے اپنی صفت رب العلمین بیان کی ہے جس کے بیان کرنے میں خاص حکمتیں ہیں۔ بہت سی روحانی حکمتوں کے علاوہ اللہ تعالیٰ نے اس میں اپنے بندہ کے سامنے اس کا مقصد اس کی پیدائش کی غرض اور اسکی منزل مقصود بیان کی ہے۔ ہم اگر انسانی فطرت پر گہری نگاہ ڈالیں تو معلوم ہو گا کہ انسان کے اندر انواع واقسام کی قابلیتیں ہیں جس پیشہ یا جس علم یا فن یا ہنر کی طرف اس نے توجہ کی اسے ایسی ترقیات نصیب ہوئی ہیں کہ دیکھنے والے حیران وششدر رہ جاتے ہیں۔ روحانیات کی طرف اگر انسان نے قدم اٹھایا تو انبیاء جیسے وجود اس میں پیدا ہوئے، فلسفہ کی طرف اگر قدم اٹھایا، تو افلاطون جیسے انسان اس میں پیدا ہوئے، سائنس کی طرف اگر توجہ کی تو ڈارون اور نیوٹن جیسے انسان پیدا ہوئے غرض جس جس علم کی طرف انسان نے توجہ کی اس کو اپنے ممکن کمال تک پہنچا دیا۔ پھر جس وقت لوگ اس خیال میں مبتلاء ہو گئے کہ اب دنیا اپنے ممکن کمال کو پہنچ گئی ہے تو کوئی اور ایسا انسان پیدا ہو گیا جس نے پہلی تمام تحقیقاتوں کو پہلا زینہ قرار دے کر مزید ترقیات شروع کر دیں۔ خدا تعالیٰ کا قانون قدرت نئے نئے اسرار پیدا کرتا ہے اور اس پر حکومت کرنے والا انسان ان کا انکشاف کرتا جاتا ہے گویا یوں معلوم ہوتا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے دنیا میں دو قدرتیں پیدا کی ہیں جن کے اندر آنکھ مچولی کا کھیل کھیلا جا رہا ہے۔ ایک قانون باریک در باریک اسرار پیدا کرتا جاتا ہے اور دوسرا تجسس اور انکشاف میں لگا ہوا ہے ایک قانون یہ ہے کہ اسرار چھپتے ہیں اور دوسرا یہ کہ انسان ان کی تلاش کرتا ہے اور اس

طرح یہ سارا عالم آنکھ مچولی کی کھیل نظر آتا ہے جسے پنجابی میں ” لکن میچی “ کہتے ہیں ایک حصہ پوشیدہ مقامات کو تلاش کر کے وہاں قیام کرتا ہے اور دوسرا اسے کھینچ کر باہر لاتا ہے یہ کھیل پورے شدومد سے جاری ہے۔ اور اگر کبھی انسان یہ خیال کرے کہ سارے اسرار اب ظاہر ہو چکے ہیں تو دنیا نئے اسرار کے ساتھ سامنے آجاتی ہے اور اگر دنیا کہتی ہے کہ اب اسرار کو ظاہر کرنے والا کوئی نہیں تو انسان انہیں ننگا کر کے رکھ دیتا ہے۔

یہ لامتناہی سلسلہ ہے جب ہم اس نظارہ کو دیکھتے ہیں تو صاف معلوم ہوتا ہے کہ انسان کو خدا تعالیٰ نے بائیبل کے الفاظ میں اپنے جیسا اور اپنی شکل پر پیدا کیا ہے اور قرآنی اصطلاح میں تعبد اپنے تقدس کے اظہار اور اپنی صفات کو ظاہر کرنے والا بنایا ہے۔ ایسے وجود کے متعلق یہ خیال کرنا کہ وہ صرف ایک ہی کام کے لئے پیدا کیا گیا ہے نادانی ہے۔ اگر اسے ایک ہی کام کے لئے پیدا کیا جاتا تو قابلیت بھی ایک ہی قسم کی اس کے اندر ودیعت کی جاتی مگر ہم دیکھتے ہیں کہ انسان کے اندر ہزاروں قابلیتیں ہیں۔ اس میں شبہ نہیں کہ ماحول سے متاثر ہو کر یا عادات کی وجہ سے یا طبعی میلانات کے باعث وہ بعض چیزوں کو بعض پر ترجیح دے لیتا ہے۔ مگر جس طرح بعض علاقوں کی زمینوں کی یہ حالت ہے کہ وہ بعض اجناس پیدا کر سکتی ہیں اور بعض نہیں انسانی دماغ کی یہ حالت نہیں۔ مثلاً بعض ممالک میں گنا نہیں ہوتا۔ اور بعض میں گندم نہیں ہوتی اسی طرح زعفران ہر ملک میں نہیں ہو سکتا یہی حال زیرہ الا یچی وغیرہ کا ہے یہ تو زمینوں کا حال ہے۔ مگر انسانی دماغ کو خدا تعالیٰ نے ایسا بنایا ہے کہ سوائے پاگل کے یا چوٹ وغیرہ کے باعث کسی قسم کا نقص پیدا ہو جانے کے وہ ہر قسم کی کھیتی پیدا کر سکتا ہے یہ تو ممکن ہے کہ بعض مخصوص حالات کی بناء پر ایک چیز ناقص پیدا ہو اور دوسری اچھی۔ مگر ہو سب سکتی ہیں اور سب کو اگانے کی استعداد اس کے اندر رکھی گئی ہے فرق صرف یہ ہے کہ ایک بچے کو لٹریری لوگوں کی صحبت میسر آتی ہے اور اسے زبان دانی کا چسکا پڑ جاتا ہے اس لئے وہ ادبی قابلیت میں بڑھ جاتا ہے اور حساب میں کمال حاصل کرنے سے محروم رہ جاتا ہے لیکن اس کے یہ معنی نہیں کہ اس کا دماغ حساب دانی کی اہلیت نہیں رکھتا۔ اگر ادبی مذاق رکھنے والوں کی بجائے اسے حساب دانوں میں رہنے کا موقع ملتا تو وہ علم ادب کی طرف توجہ کرنے کی بجائے حساب میں منہمک ہو جاتا اور اس میں کمال حاصل کر لیتا۔ ہاں اس کے لئے مستثنیات بھی ہیں اور بعض وجود ایسے بھی ہوتے ہیں جن کی قابلیتیں ہی محدود ہوتی ہیں مگر یہ نقائص ہیں۔ ایک زمین میں گنا پیدا ہوتا ہے اور دوسری میں روئی لیکن روئی والی کا گنا پیدا نہ کر سکنا اس کا نقص

نہیں کیونکہ قدرت نے اسکے اندر یہ استعداد ہی نہیں رکھی- لیکن انسانی دماغ کے اندر چونکہ خدا تعالیٰ نے مختلف قابلیتیں رکھی ہیں اسلئے اگر کوئی ایک چیز پیدا نہ کرسکے تو وہ یقیناً ناقص سمجھا جائے گا- انسان ایک عالمِ صغیر کی مثال ہے ہم اگر ایک گلاس ہاتھ میں لیں تو آئینہ بے شک ہمارے ہاتھ نہیں ہوگا لیکن یہ ہمارے ہاتھ کا نقص نہیں سمجھا جائے گا- لیکن اگر ہم ایسی تصویر لینا چاہیں- جس میں گلاس اور شیشہ دونوں آنے چاہئیں- اور پھر ایک آجائے اور دوسری نہ آئے تو یہ تصویر کا نقص ہوگا کیونکہ ہمارا منشاء یہ تھا کہ دونوں چیزیں آئیں- تو جس دماغ میں ساری قابلیتیں نہ ہوں وہ ناقص ہوگا کیونکہ اس کے اندر ہر قسم کی قابلیتیں ہونی چاہئے تھیں اگر صحیح نشوونما اور تربیت کی جائے تو اچھا زمیندار اچھا تاجر اور اچھا تاجر اچھا زمیندار بن سکتا ہے- اس کی مثال یہ ہے کہ ہمارے علاقہ کی بعض زمینوں میں گیہوں، کپاس، ماش وغیرہ مختلف اجناس پیدا کرنے کی طاقت موجود ہے لیکن اگر ہم صرف گیہوں کا بیج ڈالیں تو اس کے یہ معنے نہیں ہوں گے کہ زمین میں ماش ہو ہی نہیں سکتا- اگر ہم ماش کا بیج ڈالتے تو وہ بھی یقیناً ہو جاتا- ایک اچھا لوہار اگر ترکھان کے پاس کام سیکھنے کے لئے بٹھا دیا جاتا تو اس کے اندر یہ قابلیت تھی کہ وہ اچھا بڑھئی بن سکتا لیکن یہ کام سیکھنے کا اسے موقع نہیں ملا اس لئے اس کی قابلیت اس میں پیدا نہ ہوئی- میری غرض اس بیان سے یہ ہے کہ جب خدا تعالیٰ نے انسان کے اندر ساری قابلیتیں رکھی ہیں تو کامل جماعت وہی ہو سکتی ہے جو ساری قابلیتوں کو ظاہر کرے اور ان سے کام لے- وہ لوگ جو قابلیتوں کے دائرہ کو بغیر کسی مجبوری کے محدود کر دیتے ہیں وہ کامل نہیں کہلا سکتے- ہم جب رسول کریم ﷺ کی تعریف کرتے ہیں اور کہتے ہیں وہ سب نبیوں سے اعلیٰ ہیں تو اس کا ثبوت یہ دیتے ہیں کہ آپ انسانی زندگی کے ہر پہلو میں بہترین نمونہ ہیں- پہلے انبیاء میں سے بعض ایسے تھے جن کی بیویاں نہ تھیں اس لئے وہ متاہل زندگی کے متعلق کوئی راہنمائی نہیں کرسکتے مگر آپ کی بیویاں تھیں اس لئے آپ اس پہلو میں بھی بہترین نمونہ ہیں- پھر بعض کے بچے نہ ہوئے مگر آپ کے بچے ہوئے اور ان میں سے کئی آپ ﷺ کے سامنے فوت ہوئے اس پر آپ نے صبر کا بہتر نمونہ دکھایا غرضیکہ آپ کے اندر جمیع کمالات تھے- آپ جرنیل تھے، سیاست دان تھے، غریب پرور تھے اور پھر اعلیٰ درجہ کے امراء کو بھی قابو میں رکھنے والے تھے، حفظانِ صحت کے اصول میں بھی اعلیٰ بیان کرنے والے تھے اور اقتصادی زندگی کے لئے بھی بہترین قوانین بنانے والے تھے، آپ مقنن بھی تھے اور قاضی بھی، آپ نے غربت اور امارت سب حالتوں میں بہترین نمونہ دنیا کے سامنے پیش کیا-

اب یہ سب باتیں اگر خوبیاں نہیں تو رسول کریم ﷺ ان سب کے پائے جانے سے بہترین اور کامل ترین انسان کیسے بن سکتے ہیں۔ اگر امارت میں اعلیٰ نمونہ دکھانا اپنی ذات میں خوبی نہیں تو آپ کے لئے یہ کیسے خوبی بن گئی۔ اگر اعلیٰ درجہ کا جرنیل 'اعلیٰ درجہ کا مقنن' اعلیٰ درجہ کا قاضی اور اعلیٰ درجہ کا سیاست دان ہونا خوبیاں نہیں تو رسول اللہ ﷺ کے لئے یہ خوبیاں کیسے بن گئیں لیکن ہم تسلیم کرتے ہیں کہ یہ سب خوبیاں ہیں اور اعلیٰ درجہ کا کامل انسان وہی ہو سکتا ہے جس میں یہ ساری باتیں اعلیٰ درجہ کی پائی جائیں کیونکہ اگر ان سب کا پایا جانا خوبی نہ ہو تو محمد ﷺ کو حضرت موسیٰؑ اور حضرت عیسیٰؑ پر کیونکر فضیلت دی جاسکتی ہے۔ جس دلیل سے ہم آپ کو سب انبیاء سے افضل قرار دیتے ہیں وہی ہمیں بتاتی ہے کہ دنیا کے سارے اچھے کام خواہ وہ دینی ہوں یا دنیوی ہماری توجہ کے محتاج ہیں۔ جب ہم رسول کریم ﷺ کے کمال کا اظہار کرتے ہیں تو یہ نہیں کہتے کہ آپ خدا تعالیٰ کی عبادت بہت کیا کرتے تھے بلکہ یہ بھی پیش کرتے ہیں کہ عبادت الٰہی کے ساتھ آپ کے اندر شفقت علی الناس بھی تھی کیونکہ صرف عبادت کرنے سے کوئی شخص افضل نہیں ہو سکتا۔ یا اگر ہم یہ کہیں کہ رسول کریم ﷺ جنگ و جدال سے اجتناب کرتے تھے تو ممکن ہے کوئی اعتراض کر دے کہ کیا پتہ بزدل ہوں لیکن ہم یہ نہیں کہتے بلکہ یہ کہتے ہیں کہ آپ رحم کرنے والے تھے اور رحم تبھی ثابت ہو سکتا ہے جب بہادری ثابت ہو۔ بہادر انسان ہی رحم کر سکتا ہے اور جو اپنی طاقت تسلیم کرانے کے بغیر رحم کا دعویٰ کرے وہ بزدل ہوتا ہے۔ پس اگر بہادری دکھا کر رحم کرنا خوبی کی بات ہے تو ہم صرف رحم کر کے کس طرح تحسین کے مستحق ٹھہر سکتے ہیں۔ ہم میں سے ایک شخص اگر بڑا نمازی ہو تو یہ بے شک ایک خوبی ہے لیکن وہ کامل نہیں کہلا سکتا۔ کامل اسی وقت سمجھا جائے گا جب ہر طرف اس کی نگاہ ہو۔

ایک صحابی یا شاید تابعی سے کسی نے سوال کیا کہ کیا آپ تقویٰ کی تعریف کر سکتے ہیں۔ انہوں نے فرمایا تقویٰ اس کا نام ہے کہ انسان ایسے رستہ پر چل رہا ہو جہاں چاروں طرف کانٹے ہوں اور اس نے ڈھیلا ڈھالا جبہ پہن رکھا ہو پھر وہ دامن بچا کر نکل جائے اسی طرح مومن دنیا کے ہر کام میں ہاتھ ڈالتا ہے اور سلامت نکل آتا ہے۔ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام فرمایا کرتے تھے مومن کی مثال تو یہ ہونی چاہئے کہ دست در کار دل بایار۔ مجھے افسوس سے کہنا پڑتا ہے کہ ہمارے بعض دوستوں نے نیکی کے معیار کو غلط سمجھ رکھا ہے۔ دین کے لئے چندہ ادا کر کے اور نمازیں پڑھ کر وہ سمجھتے ہیں ہم نے اپنا فرض ادا کر دیا۔ دوسروں سے ملنا جلنا ان سے تعلقات رکھنا وہ ضروری

نہیں سمجھتے۔ انہوں نے اپنے رشتہ داروں تک سے قطع تعلق کر رکھا ہے اور بالکل الگ تھلگ رہتے ہیں۔ وہ سمجھتے ہیں ہم نے دین کے لئے بڑی قربانی کی ہے حالانکہ نیک نہیں بلکہ وہ بزدل ہیں۔ ان کے رشتہ دار اور دوست اعتراض کرتے تھے اور یہ جواب نہ دے سکتے تھے۔ یا انہیں غصہ آجاتا تھا اس لئے ان سے ملنا جلنا ترک کر دیا۔ اور یہ کوئی خوبی نہیں بلکہ بزدلی اور کمزوری ہے۔ اگر وہ ان سے ملتے جلتے اور ان کے کاموں میں شریک ہوتے جن میں وہ ہو سکتے تھے تو یہ بہت زیادہ نیکی تھی۔ عربی تاریخ میں ایک انجمن کا ذکر آتا ہے جس میں شامل ہونے والوں میں سے اکثر کے ناموں میں فضل آتا تھا اور اس وجہ سے اسے حلف الفضول کہنے لگ گئے تھے۔ اس کے ممبروں کا باہمی معاہدہ یہ تھا کہ اگر کسی پر ظلم ہو تو وہ مظلوم کی حمایت کریں گے اور اس کا حق اسے دلائیں گے۔ رسول کریم ﷺ بھی اس میں شامل تھے۔ آپ سے کسی صحابی نے دریافت کیا یا رسول اللہ! یہ کیا بات تھی اور کیا آپ بھی اس میں شامل تھے۔ آپ نے فرمایا ہاں اگر کفار آج بھی کسی اس قسم کے معاہدہ میں شامل ہونے کے لئے بلائیں تو میں شامل ہو جاؤں گا حالانکہ اس وقت آپ نبوت کے مقام پر فائز تھے۔ تو مومن سارے پہلوؤں کو مد نظر رکھتا ہے۔ وہ غریبوں کی خبر گیری بھی کرتا ہے، رشتہ داروں اور دوستوں سے بھی اس حد تک تعلقات رکھتا ہے جس حد تک شریعت اجازت دے، چندہ بھی ادا کرتا ہے، نمازیں بھی باقاعدہ پڑھتا ہے عیسائیوں میں ایسی سوسائٹیاں ہیں کہ جہاں فساد ہو اس کے ممبر فوراً وہاں پہنچ جاتے ہیں۔ پھر وہ بیماروں کی تیمارداری کرتے ہیں، آوارہ گرد بچوں کی نگرانی کرتے ہیں اور یتیموں کی پرورش کا بار اٹھاتے ہیں۔ یہ سارے کام اچھے ہیں اگر ان سب کو چھوڑ کر کوئی صرف چندہ ادا کر دینا ہی کافی سمجھ لے تو اس سے زیادہ بے وقوف اور اپنی جان کا دشمن اور کون ہو سکتا ہے۔ یہ صحیح ہے کہ ہر شخص محمد ﷺ نہیں بن سکتا مگر کوشش تو ہر ایک کو کرنی چاہیئے آگے وہ جو کچھ بن جائے بن جائے لیکن چُپ چاپ بیٹھے رہنا اور کوشش نہ کرنا اپنی تباہی کے مترادف ہے۔ مجھے تعجب ہے کہ رسول کریم ﷺ کے کامل ہونے کے ثبوت میں جب ہم آپکی دینی و دنیاوی ہر قسم کی خوبیاں پیش کرتے ہیں۔ جرنیل ہونا کوئی دینی کام نہیں بلکہ دنیوی ہے مگر روحانی تکمیل کے لئے اس خوبی کو بھی ہم پیش کرتے ہیں۔ پھر رفاہ عام کے کاموں میں حصہ لئے بغیر تکمیل نہیں مانتے تو پھر خود ایک دو نیکیاں کر کے مطمئن ہو کر بیٹھ رہنا کہاں تک درست ہے۔ پس کوشش کرو کہ ہر قسم کے نیک کاموں میں حصہ لے سکو۔ میں نے دیکھا ہے اگر ہماری جماعت کسی ایسے کام میں پڑے جو دوسروں کے ساتھ مل کر کیا جاتا

ہے تو بری طرح فیل ہو جاتی ہے۔ متواتر تین چار بار میں نے اس کا تجربہ کیا ہے اور ہمیشہ دیکھا ہے کہ ایسی خطرناک شکست ہوئی ہے کہ جس کی حد نہیں۔ جتنا کام ہو سب کا سب مجھے ہی مرکز میں کرانا پڑتا ہے اور باقی جماعتیں چپ چاپ اس طرح علیحدہ رہ کر دیکھتی رہتی ہیں جیسے کوئی دودھ کا برتن زمین پر گرا کر اس کی طرف کھڑا ہو کر دیکھنے لگ جائے۔ جب بھی کوئی اس قسم کی تحریک کی جائے دوست کہتے ہیں سمجھ میں نہیں آتا کس طرح کریں۔ یہی وجہ ہے کہ جماعت کی تکمیل کے وہ پہلو ظاہر نہیں ہوتے جن کے متعلق قابلیت خدا تعالیٰ نے رکھی ہے بلکہ ایسی تحریکات کے وقت بعض تو یہ بھی کہہ دیتے ہیں کہ ہمیں اس سے کیا کام ہے اور ایسے کاموں سے ہماری جماعت یا روحانیت کو کیا تعلق ہے لیکن ساتھ ہی وہ یہ بھی تسلیم کرتے ہیں کہ رسول کریم ﷺ ایک اعلیٰ درجہ کے جرنیل بھی تھے اور یہ آپ کی بہت بڑی خوبی اور آپ کے کمال کا ثبوت ہے۔ ایسے لوگوں کی مثال تو ایسی ہی ہے جیسے کسی نے گودنے والے سے کہا تھا میرے بازو پر شیر گود دو۔ اس نے جب سوئی چبھوئی اور درد ہوا تو کہنے لگا کیا بنانے لگے ہو۔ اس نے کہا دایاں کان۔ کہنے لگا کیا دائیں کان کے بغیر شیر نہیں ہو سکتا۔ اس نے جواب دیا ہو تو سکتا ہے۔ اس نے کہا تو پھر اسے چھوڑو آگے چلو۔ پھر اس نے بایاں کان شروع کیا۔ تو پھر اس نے اسی طرح کہا حتیٰ کہ سارا دھڑ غائب ہو گیا۔

اصل بات یہ ہے کہ ہر چیز کو الگ الگ کرنے سے کچھ بھی باقی نہیں رہتا۔ اگر کوئی شخص یہ کہے کہ کیا اچھا جرنیل نبی ہوتا ہے تو میں کہوں گا یہ ضروری نہیں لیکن کامل نبی کے لئے اچھا جرنیل ہونا ضروری ہے۔ اسی طرح اعلیٰ درجہ کا قاضی ضروری نہیں کہ نبی ہو کافر بھی اچھے اچھے جج ہوتے ہیں کئی ہندو اور عیسائی جج ایسے مشہور ہیں جنہوں نے واقعی دیانتداری کے ساتھ صحیح فیصلے کرنے میں عمر گزار دی۔ تو ہر اچھا قاضی نبی بے شک نہیں ہو سکتا لیکن نبی کے لئے اچھا قاضی ہونا شرط ہے۔ بعض معترض کہتے ہیں کہ صرف ان کاموں کے کرنے سے انسان نیک نہیں ہو سکتا۔ یہ بات بے شک صحیح ہے لیکن نیک بننے کے لئے ضروری ہے کہ انسان ساری نیکیاں اپنے اندر جمع کرے۔ پس ایک لمبے تجربہ اور دکھ کے احساس کے بعد میں یہ کہنے پر مجبور ہوا ہوں کہ ہماری جماعت کو چاہئے اس بھیڑ چال کی زندگی کو ترک کر دے۔ ماہرین علم النفس نے تجربہ کیا ہے کہ اگر کسی جگہ فٹ سوا فٹ اونچی رسی لگا کر دو چار بھیڑوں کو اسکے اوپر سے گذارا جائے اور بعد میں اس رسی کو ہٹا لیا جائے تو باقی سب بھیڑیں جب وہاں پہنچیں گی ضرور کود کر گذریں گی۔ یہ زندگی کوئی

خوش کن زندگی نہیں کہ ایک ہی طریق پر انسان اندھا دھند چلے۔ اگر کوئی دوست کسی خاص کام میں ایکسپرٹ بننا چاہے تو یہ اور بات ہے۔ مثلاً کوئی کہے کہ میں تبلیغ میں ایکسپرٹ ہونا چاہتا ہوں یا چندہ کی فراہمی میں کمال حاصل کرنا چاہتا ہوں اور یہ ثابت بھی ہو جائے کہ وہ واقعی اس کی کوشش کر رہا ہے تو وہ معذور ہے اور جماعتوں کی ترقی کے لئے ماہرین کی بھی ضرورت ہوتی ہے لیکن باقی لوگوں کو ہر خوبی اپنے اندر پیدا کرنے کی کوشش کرنی چاہئے۔ مگر عام طور پر معترضین ماہر بننے کے خواہش مند نہیں ہوتے بلکہ جس کام پر وہ زیادہ زور دیتے ہیں اگر تحقیق کی جائے تو شاید وہ سب سے کم وقت اسی کے لئے دینے والے ثابت ہوں گے۔ بعض لوگوں کی عادت ہوتی ہے کہ جو بات بھی پیش کی جائے کہہ دیتے ہیں اس سے ہماری جماعت کا کیا تعلق۔ مثلاً اگر تعلیم کی طرف توجہ کی جائے تو وہ کہہ دیں گے اس پر وقت اور روپیہ خرچ کرنے کا کیا فائدہ ہمارا اصل کام تبلیغ ہے لیکن اگر تحقیق کی جائے تو معلوم ہو گا کہ تبلیغ پر وہ چوبیس گھنٹوں میں سے پندرہ منٹ بھی صرف نہیں کرتے ہوں گے۔ بات صرف یہ ہوتی ہے کہ وہ بہانے بنا کر بچنا چاہتے ہیں۔

پس ہماری جماعت کا فرض ہے کہ دنیا کے سب اچھے کاموں میں حصہ لینے کی کوشش کرے۔ انہیں چاہئے Hermits اور متصوفین والی زندگی کو ترک کر کے ایسے مردِ میدان بنیں کہ ہر کام میں دنیا کے لئے نمونہ ہوں اور ان کی فضیلت کو ہر شخص محسوس کرے۔ ہر وقت چوکس اور چوکنے رہیں اور ان کی مثال ویسی ہی ہو جیسی کسی تابعی نے تقویٰ کی تعریف کی تھی کہ کانٹوں والے رستہ سے ڈھیلا ڈھالا لباس سلامت لے کر نکل جائیں۔ اگر سب دنیا کو چھوڑ کر ایک محدود دائرہ قائم کر لیا جائے اور سمجھ لیا جائے کہ بس چندے دے کر نمازیں پڑھ کر ہم نے اپنا فرض ادا کر دیا تو یہ اپنے نفس کو دھوکا دینا ہے لیکن خدا کو کوئی شخص دھوکا نہیں دے سکتا۔

میں اللہ تعالیٰ سے دعا کرتا ہوں کہ وہ ہمیں توفیق عطا فرمائے کہ دین کے مقاصد کو پیش نظر رکھتے ہوئے اپنے اندر تبدیلی پیدا کر سکیں اور نیکی کے ہر میدان کے مرد ثابت ہوں۔ خدا تعالےٰ ہمیں کامیاب کرے۔ (آمین)

(الفضل یکم اکتوبر ۱۹۳۱ء)